تعارف تجوید

سوال: تجوید کسے کہتے ہیں اس کی لغوی (Grammatical) تعریف کریں؟

جواب: یہ جَوَّدَ، یُجَوِّدُ سے باب تفعیل کا مصدر ہے اس کے معنی خوبصورت بنانے کے ہیں۔

عربی میں کہتے ہیں۔ جَوَّدَ الشَّیءَ أَی حَسَّنَہٗ اس نے کسی چیز کو عمدہ اور حسین بنایا۔

سوال: علمِ تجوید کی اصطلاحی (Idiomatical) تعریف کریں؟

جواب: یہ وہ علم ہے جس میں حروفِ قرآن کو صحت و خوبصورتی کے ساتھ پڑھنے کے قواعد بیان کیے گئے ہیں۔

(یعنی ہر حرف کو اس کے مخرج اور تمام صفاتِ لازمہ و عارضہ کے ساتھ ادا کرنا)

سوال: تجوید کا موضوع (subject) کیا ہے؟

جواب: تجوید کا موضوع عربی زبان کے حروفِ تہجی (Alphabetical words) ہیں۔

سوال: تجوید کے بارے میں حکمِ قرآنی بیان کریں؟

جواب: تجوید کے بارے میں وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو کا حکمِ قرآنی ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

ایسے لوگ بھی ہیں) جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اس کا انکار کر رہے ہیں سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

سوال: تجوید کا فائدہ (Importance) کیا ہے؟

جواب: قواعدِ تجوید کے مطابق صحت و خوبصورتی کے ساتھ قرآن پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوتی ہے۔

سوال: تجوید کی غرض و غایت (Purpose) کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کی غرض و غایت حروف قرآنی کو صحت کے ساتھ ادا کرنا اور قرآن کو صحیح طور پر پڑھنا ہے۔

سوال: تجوید کا حکم (commandment) کیا ہے؟

جواب: فرض کفایہ، ما یجوزبہ الصلٰوۃ جس سے نماز جائز ہو۔

سوال: تجوید کا مرکز و محور (Central Point) کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا مرکز و محور نون ساکن (نْ)، نونِ تنوین (ـًـٍـٌ) اور میم ساکن (مْ) ہے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

متن	أَعُوْذُ	بِ	اللّٰهِ	مِنَ	الشَّيْطَانِ	الرَّجِيْمِ
لفظی ترجمہ	میں پناہ مانگتا ہوں	ساتھ	اللہ	سے	شیطان	مردود
عرفان القرآن	میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے					

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

متن	بِ	اِسۡمِ	اللّٰہِ	الرَّحۡمٰنِ	الرَّحِیۡمِ
لفظی ترجمہ	ساتھ / سے	نام	اللہ	نہایت مہربان	ہمیشہ رحم فرمانے والا
عرفان القرآن	اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔				

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کو علمی اصطلاح میں تَعَوُّذ کہتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ (القرآن)

پس جب تم قرآن پڑھنے لگو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو شیطان مردود سے

جمہور علماء کے نزدیک تلاوت سے قبل تعوذ کا پڑھنا مستحب ہے۔

تعوذ کی فضیلت:

أَعُوْذُ بِاللّٰه کی فضیلت کے متعلق بہت ساری روایات ملتی ہیں چنانچہ

مسند ابو یعلٰی میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے دو شخص جھگڑنے لگے غصہ کے مارے ایک شخص کے نتھنے پھول گئے

آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ (شخص) أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو خلوص دل سے أَعُوذُ بِاللّٰہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اور شیطان کے درمیان تین سو پردے حائل کر دیتا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

أَعُوذُ کا معنی:

یہ لفظ عَاذَ، یَعُوذُ سے واحد متکلم کا صیغہ ہے جس کا معنی کسی سے التجا کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے عاذَ فُلاَنٌ بِفُلاَن (فلاں نے فلاں سے التجاء کی) اسی سے استعاذہ ہے جس کا معنی ہے کہ کسی ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے کسی چیز کی پناہ میں آنا۔

امام ابن کثیرؒ استعاذہ کا معنی بیان کرتے ہیں۔

هِیَ الاِلْتِجَاءُ إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَالإِلتِصَاقُ بِجَنَابِهِ مِن شَرِّ کُلِّ ذِی شَرٍّ۔

"استعاذہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کرنے اور ہر صاحب شر کے شر سے پناہ حاصل کرنے کے لئے بارگاہِ الٰہی سے وابستہ ومنسلک ہونے کو کہتے ہیں۔"

اَلشَّیْطَان کا معنی:

لفظ شیطان شَطَنَ یا شَاطَ سے نکلا ہے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں، شیطان بھی چونکہ رحمت الٰہی سے دور ہوتا ہے اس لئے اسے شیطان کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ شیطان شیط سے ماخوذ (derivative) ہے جس کا معنی ہے ہلاک ہونا۔ اس معنی کی روشنی میں شیطان کو شیطان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے قہر اور غضب میں ہلاک ہو گیا۔

ابلیس شیطان کیسے بنا؟

قرآن پاک کے بیان کردہ ارشادات سے ابلیس کے شیطان بننے کے تین اسباب معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ حکم الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی بجائے اس نے اپنے عمل کی بنیاد ذاتی مشاہدے اور دلیل پر رکھی۔

۲۔ اس نے حضرت آدم کی بشریت کو تنقیص کا نشانہ بنایا اور اپنا موازنہ پیکرِ نبوت سے کرنے لگا۔

۳۔ اس نے عظمت وفضیلتِ نبوت سے حسد کیا اور حسد و تکبر کی بنا پر اس کا منکر ہوا۔ (تفسیر منہاج القرآن)

الرجیم کا معنی:

رجیم کا لفظ رجم سے ماخوذ ہے۔اس کا معنی ہے سنگسار کرنا، قتل کرنا لعنت کرنا، اور دھتکارنا۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ اس پر لعنت کی ہے اور اسکو دھتکار کر راندہ بارگاہ کر دیا ہے اس لئے اسے رجیم کہتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو علمی اصطلاح میں تسمیہ کہتے ہیں۔

اسلامی آداب معاشرت میں بسم اللہ کو بہت اہم مقام حاصل ہے ہمیں ہمارے ہادی و مرشد رسول اکرم ﷺ نے یہ سبق دیا ہے کہ ہر کام بِسۡمِ اللّٰہِ سے شروع کرو بلکہ یہاں تک فرمایا: دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لیا کرو، دیا بجھاؤ تو اللہ کا نام لیا کرو، اپنے برتن ڈھانپو تو اللہ کا نام لیا کرو۔

ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا: كل أمرٍ ذی بال لم یبدأ به بسم الله فهو أبتر یعنی جس کام کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ نہ پڑھی جائے وہ بے برکت ہو جاتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہر کام جو بِسۡمِ اللّٰہِ سے شروع کیا جائے اس میں برکت ہوتی ہے اور جسے ہر کام شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام لینے کی عادت ہو جائے تو وہ ہر ایسا کام کرنے سے رک جائیگا جس میں اللہ کی ناراضگی ہو گی۔

بسم اللہ کے احکام اور مسائل:

۱۔ قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے أَعُوْذُ بِاللهِ کے بعد بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا مستحب (Appreciative)۔

۲۔ سورۃ انفال کے بعد سورۃ توبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مکروہ (Repugnant) ہے۔اور اگر سورۃ توبہ سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے تو بعض فقہاء کے نزدیک پھر مکروہ نہیں

۳۔ جنبی، حائضہ کے لئے بطور قرآن بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا حرام (Forbidden) ہے البتہ بطور ذکر اور برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھنا جائز (Permissible) ہے۔

۴۔ ذبح کرتے وقت، شکار کی طرف تیر پھینکتے وقت اور شکاری کتا چھوڑتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا واجب (Mandatory) ہے اور بعض کتابوں میں ہے صرف بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہ کہے کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں۔

۵۔ وضو کی ابتداء اور کھانے کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا سنت ہے۔اگر شروع میں بھول گیا درمیان میں جب یاد آئے پڑھ لے۔

۶۔ کسی کتاب کے شروع میں اور ہر نیک اور اہم کام کے شروع میں بِسْمِ اللهِ پڑھنا مستحب (Appreciative) ہے۔

۷۔ بِسْمِ اللهِ کلام الٰہیہ ہے دو سورتوں کو الگ کرنے کے لئے اس کا نزول ہوا۔ (تبیان القرآن)

نماز میں تسمیہ پڑھنے کا حکم:

۱۔ ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

۲۔ سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت سے پہلے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا مستحب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔
نماز میں سورت سے پہلے بِسْمِ اللهِ کو ہمیشہ آہستہ پڑھا جائے بلند آواز سے نہ پڑھا جائے۔ کیونکہ بِسْمِ اللهِ نہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے نہ کسی اور سورۃ کی ہاں سورۃ النحل کی آیت کا جز ہے اس لئے احناف اور مالکیہ کے نزدیک سورہ فاتحہ کی طرح اسے بلند آواز سے نماز میں پڑھنا منع ہے۔
(ضیاء القرآن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔
قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رُسُوْلِ اللهِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَءُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ)
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ اور ابو بکرؓ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز ادا کی اور میں نے ان میں سے کسی کو بھی اونچی آواز میں بِسْمِ اللهِ پڑھتے نہیں سنا۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بِسْمِ اللهِ کی قرأت آہستہ آواز میں کرنے کا حکم صادر فرمایا حدیث کے الفاظ یہ ہیں:
فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِإِخْفَاءِهَا فَمَا جَهَرَ بِهَا حَتّٰى مَاتَ۔ (الدر المنثور، ۱:۱۱)
حضور ﷺ نے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پوشیدہ پڑھنے کا حکم صادر فرمایا پھر تا وقت وصال آپ ﷺ نے کبھی نماز میں بِسْمِ اللهِ جہراً نہیں پڑھی
(تفسیر منہاج القرآن)

اِستعاذہ اور تسمیہ کا باہمی تعلق

استعاذہ اور تسمیہ کا معنی و مفہوم اور ان کا فلسفہ و حکمت سمجھ لینے کے بعد یہ امر بدیہی طور پر سامنے آ جاتا ہے کہ انسان نے چونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیاز مندی کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی بے بسی و بے کسی اور عاجزی و ناتوانی کا اعتراف کر لیا ہے اور ابلیس لعین کے بہکاووں اور فتنوں سے پناہ مانگ لی ہے۔ اس لئے اب اسے باری تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں اور عنایتوں کی خوشخبری سناتے ہوئے شیطان رجیم سے رحمٰن و رحیم کا سایۂ عاطفت میسر آ ہی جانا چاہیے۔ اصل مقصود اسے تسمیۂ الٰہی کا لباس فاخرہ پہنانا ہے۔ لیکن اس سے قبل ضروری ہے کہ انسان اپنے قلب و باطن کو روحانی آلائشوں سے پاک کر لے جس کیلئے غسلِ استعاذہ کرنا لازمی ہے کیونکہ طہارتِ کاملہ کے بغیر انسان باری تعالیٰ کی الوہیت، رحمانیت اور رحیمیت کے سرچشمہ سے فیض یاب نہیں ہو سکتا۔

مستزاد یہ کہ بغرضِ تلاوت بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کا پڑھنا گویا علوم قرآنی کے بحرِ بے کنار میں غوطہ زن ہونا ہے تو جس طرح ملّاح تیراکی سے پہلے ڈوبنے سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کر لیا کرتے ہیں بسم اللہ سے قبل استعاذہ کی تعلیم اس لئے دی گئی کہ انسان شیطان کے گمراہ کن حملوں سے بچنے کے لئے ذاتِ حق کی پناہ طلب کر لے تاکہ وہ قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے يَهۡدِىۡ بِهٖ كَثِيۡرًا کے زمرے میں شامل ہو جائے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا کے زمرے میں شامل نہ ہو۔ اس لحاظ سے بیان استعاذہ کی حیثیت مضمون تسمیہ کی ضروری تمہید، حصول ہدایت کی محفوظ سبیل اور احتمال گمراہی کی حفاظتی تدبیر کی تھی سو وہ پہلے ہو چکی۔ اب اصل مضمون تسمیہ کا آغاز کیا جاتا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری استعاذہ اور تسمیہ کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ اِستعاذہ میں عقائد باطلہ اور اعمال سیّۂ سے پرہیز کیا جاتا ہے جبکہ تسمیہ یعنی بسم اللہ عقائدِ صحیحہ اور اعمال صالحہ کی طرف رجوع ہے۔

۲۔ اِستعاذہ میں ماسویٰ اللہ سے لاتعلّقی اور علیحدگی کا اعلان تھا، بسم اللہ میں توجہ الی اللہ کا باقاعدہ اِقدام ہے۔

۳۔ اِستعاذہ میں ہر قسم کے شر سے حفاظت طلب کی گئی تھی، بسم اللہ میں انعامات و عنایات ایزدی کا سوال کیا گیا ہے۔

۴۔ اِستعاذہ کے ذریعے باطنی طہارت اور روحانی بالیدگی حاصل کی گئی تھی، بسم اللہ کے ذریعے قرآنی انوار و تجلیات کے نزول کا آغاز ہو رہا ہے۔

۵۔ اِستعاذہ گمراہی سے بچاؤ تھا اور بسم اللہ ہدایت کا حصول ہے۔

۶۔ اِستعاذہ عزمِ سفر تھا اور بسم اللہ حصولِ منزل ہے۔

۷۔ اِستعاذہ مریض کے لئے مجوزہ پرہیز تھا جبکہ بسم اللہ اس کا مجوزہ علاج ہے۔

۸۔ اِستعاذہ رذائلِ اخلاق اور خصائصِ ذمیمہ سے نجات حاصل کرنا اور بسم اللہ سے خود کو اوصاف و اَخلاق الٰہیہ سے متصف کرنا ہے۔

۹۔ اِستعاذہ بغض و عناد سے برات کا نام ہے، بسم اللہ پیکرِ رحمت و رافت قرار پانے سے عبارت ہے۔

۱۰۔ اِستعاذہ خدا کی دوری سے پناہ مانگنے کا نام جبکہ بسم اللہ اس کے قرب و وصال کی طلب کا نام ہے۔

۱۱۔ اِستعاذہ اپنی عاجزی کا اعتراف اور بسم اللہ خدا کی قدرت کا اعتراف ہے۔

۱۲۔ اِستعاذہ کا آغاز نفس امارہ کے شعور اور اس کی مذمت سے ہوا تھا، بسم اللہ کا آغاز نفس لوامہ و ملھمہ کے شعور اور ان کی تحسین سے ہوتا ہے۔

۱۳۔ اِستعاذہ کا ثمرہ و نتیجہ نفس مطمئنۃ بسم اللہ کا ثمرہ نفس راضیۃ و مرضیۃ ہے جو فی الحقیقت نفس کاملہ قرار پاتا ہے

۱۴۔ اِستعاذہ میں شخصیت کی اِصلاح اور بسم اللہ میں اُس کا منتہائے کمال ہے۔ (تفسیر منہاج القرآن)

رحمٰن و رحیم کی تفسیر:

یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں ان کا ماخذ رحمت ہے اور رحمت الٰہی سے مراد وہ انعام و اکرام ہے جس سے وہ اپنی مخلوق کو سرفراز فرماتا رہتا ہے۔ وجود، زندگی، علم و حکمت، قوت، عزت اور عمل صالح کی توفیق سب اسکی رحمت کے مظاہر ہیں۔ ان دونوں کا معنی صرف رحمت کرنے والا نہیں بلکہ بہت زیادہ اور ہر وقت رحمت کرنے والا ہے لیکن الرحمن میں الرحیم سے بھی زیادہ مبالغہ ہے یعنی بے حد رحم فرمانے والا کہ جس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے الرحمن کا اطلاق بجز ذات الٰہی کے کسی پر نہیں ہوتا۔ (ضیاء القرآن)

ان دونوں کے درمیان دو فرق اور بھی بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ دنیا و آخرت میں رحم کرنے والے کو رحمٰن کہتے ہیں آخرت میں رحم و کرم کرنے والے کو رحیم کہتے ہیں۔

۲۔ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بن مانگے عطا کرے اور رحیم اس کریم کو کہتے ہیں جس سے نہ مانگا جائے تو وہ جلال میں آ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اصطلاحات

اعراب (Declension) : کلمے کے آخر میں بدلنے والی حرکت یا حرف کو اعراب کہا جاتا ہے۔ مثلاً : ضَرَبَ زَیْدٌ، اِنَّ زَیْدًا، بِزَیْدٍ میں رفع نصب اور جر اعراب ہے۔

عامل (Factor) : اس شئے کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے لفظ کے آخر میں اعراب بدلتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اس میں اِنَّ اور عَلٰی عامل ہیں عربی زبان میں ایک سو کے قریب عامل ہیں۔

مفرد (Singular) و مرکب (Compound) : مفرد وہ لفظ ہوتا ہے جو اکیلا ہو اور اکیلے معنیٰ پر دلالت کرے، مرکب وہ لفظ ہوتا ہے جو دو یا دو سے زائد کلموں سے حاصل ہو۔ قَلَمٌ مفرد ہے جبکہ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ (تھوڑا فائدہ) مرکب ہے۔

ضمیر (Pronoun) : وہ اسم ہوتا ہے جو کسی کے غائب، متکلم اور مخاطب ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے : ھُوَ، أَنْتَ، نَحْنُ وغیرہ

معرب (Declinable) و مبنی (Indeclinable) : معرب وہ کلمہ ہوتا ہے جس کا آخر مختلف عامل آنے کی وجہ سے بدل جاتا ہے مثلاً : رسول، مبنی وہ کلمہ ہوتا جس کا آخر مختلف عامل آنے کی وجہ سے تبدیل نہ ہو۔ مثلاً مِنْ، ھؤلاء، ھذا وغیرہ

مضارع (Imperfect Tense) : یہ فعل کی ایک قسم ہے اس کا ترجمہ کبھی زمانہ مستقبل میں اور کبھی زمانہ حال میں کیا جاتا ہے۔ جیسے یَنْصُرُ وہ مدد کرتا ہے یا کریگا

صیغہ (Form) اور گردان : عربی میں گردان کو تصریف کہتے ہیں۔ صیغہ سے مراد شکل یعنی Form ہے۔ ایک گردان میں کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ ۱۴، جبکہ صرف صغیر میں زیادہ صیغے ہوتے ہیں۔

ثلاثی مجرد (Triliteral verbs) / ثلاثی مزید فیہ : اگر فعل ماضی (Past Tense) کے حروف اصلیہ (Original words) صرف تین حروف ہوں تو ایسے فعل کو ثلاثی مجرد کہا جاتا ہے جیسے ضَرَبَ، فَتَحَ وغیرہ۔ اگر تین حروف کے علاوہ کوئی زائد حرف آ جائے تو ایسے فعل کو ثلاثی مزید فیہ کہتے ہیں۔ جیسے اِسْتَغْفَرَ اِنْصَرَفَ وغیرہ۔

اسمائے مشتقہ (Derived nouns) : جس طرح فعل مصدر سے ماخوذ ہوتا ہے۔اسی طرح یہ اسماء بھی مصدر ہی سے مخصوص اوزان میں بنائے جاتے ہیں۔ جیسے ضَارِبٌ، مَنْصُوْرٌ، مَسْجِدٌ، مِيْزَانٌ، أَفْضَلُ، صِدِّيْقٌ وغیرہ

مرفوعات (Nominative)/ منصوبات (Accusative) / مجرورات (Genitive) : وہ اسماء جن کے آخر میں رفع (Dammah) ہو مرفوعات اور جن کے آخر میں نصب (Fathah) ہو منصوبات اور جن کے آخر میں جر (Kasrah) ہو' مجرورات کہلاتے ہیں۔

مادہ (Root) اور وزن (Die) : مادہ وہ حروف جس سے فعل وجود میں آتا ہے اور وزن جس میں مادہ رکھا یا ڈھالا جاتا ہے۔ف، ع، ل مادہ ہیں اور فَعَلَ وزن ہے۔اور صیغہ کسی بھی فعل کی وہ مستعمل شکل ہے جو مواد کو وزن (Die) میں رکھنے کے بعد بنتی ہے

تثنیہ (Dual) : دو کو کہتے جیسے جَنَّتَانِ (دو باغ)

حصّة الدّعاء

کھانا شروع کرنے سے پہلے : بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

دعا اگر آخر میں یاد آئے : بِسۡمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَ آخِرَهُ